فروغ احمد

''خطوطِ اقبال''

(مرتبہ رفیع الدین ہاشمی)

ایک تنقیدی جائزہ

یہ بات بار بار کہی گئی ہے اور کبھی اور کہیں اس کی تردید نہیں ہوئی ہے کہ خطوط اپنے لکھنے والے کسی بھی شخص کی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ایک شاعر اور مفکر کے خطوط نہ صرف اس کی شخصیت کے بدرجہٗ اتم آئینہ دار ہوتے ہیں، بلکہ اُس کے مظاہرِ فکر و فن کی شرح بھی ہوتے ہیں۔ اگر ہم اُس کے کسی منفرد شعر یا قول سے محض ظاہری قرائن کی بنا پر کوئی خاص معنی اخذ کرنا چاہیں گے تو، جہاں اُس کے عام اشعار و اقوال اور ہر بنائے سوانحِ زندگی، اُس کے ذہنی ارتقا کو ملحوظ رکھنا ہمارے لیے ضروری ہوگا، وہاں اُس کے مطبوعہ خطوط بھی، اپنی عہد وار ترتیب کی بدولت، اُس کے اس منفرد شعر یا قول کے معنی متعین کرنے میں ہماری مدد کریں گے۔ خطوط ویسے بھی سیرت کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔

اقبال، جو پوری رواں صدی پر چھایا ہوا ہے اور معلوم نہیں ابھی اور کتنی صدیوں پر چھایا رہے گا، اس لحاظ سے بہتوں کے لیے ہنوز محتاجِ تعارف ہے کہ ابھی اس کی سیرت کے بہت سے گوشے نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ ''اقبالِ کامل'' سے لے کر ''روزگارِ فقیر'' تک جتنی بھی سیرتیں لکھی گئی ہیں، اقبال کے مطبوعہ خطوط کو، بحیثیتِ مجموعی،

اُن کا ضمیمہ ہونے کی حیثیت حاصل ہے ۔ لہٰذا ، قائدِ اعظمؒ کی ایک معیاری اور جامع سوانح عمری کی طرح ، جب اقبال کی بھی ایک معیاری اور جامع سوانح عمری مرتب ہوگی تو ، اُس کے متوازی ، اقبال کی ڈائری ، اُن کی یادداشتوں اور اُن کے خطوط کا بھی ، عہد وار ترتیب کے ساتھ ، ایک معیاری مجموعہ تیار کرنا ضروری ہوگا ۔ پچھلے کئی برسوں سے جاری تگ و دو کا رخ ، دانستہ یا نا دانستہ ، شاید اُسی طرف ہے ۔

اقبال کے خطوط کے اب تک دس قابلِ ذکر چھوٹے بڑے مجموعے شائع ہو چکے ہیں ۔ زیرِ نظر ، دسواں مجموعہ ، "خطوطِ اقبال" کے نام سے گورنمنٹ کالج سرگودھا کے جواں سال پروفیسر ، رفیع الدین ہاشمی ، کا مرتب کردہ ہے جسے "مکتبۂ خیابانِ ادب لاہور" نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے ۔ اعلیٰ قسم کے سفید کاغذ ، صاف و روشن کتابت و طباعت ، متعدد عکس ہائے تحریر اور باوقار اور اثر انگیز گرد پوش کے ساتھ پونے چار سو صفحوں کی اس خوب صورت معیاری کتاب کی قیمت ، اس ہوش رُبا گرانی کے زمانے میں ، چالیس کے بجائے پچاس روپے بھی ہوتی تو کچھ زیادہ گراں نہ ہوتی ۔ لیکن فی الواقع یہ کتاب گراں قدر اپنے ظاہری محاسن کے اعتبار سے نہیں ، بلکہ اس کی قدر و قیمت کا تعین اُس دیدہ ریزی اور عرق ریزی سے ہوتا ہے جس سے مرتب نے تحقیق و تفتیش ، مقابلہ و موازنہ اور توثیق و تصحیح کے سلسلے میں کام لیا ہے ۔

سب سے پہلا ، سرکشن پرشاد شاد کے نام ، اقبال کے اٹھارہ خطوط کا وہ مجموعہ تھا جسے ۱۹۴۲ میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے شائع کیا تھا ۔ اُسی سال "شیخ محمد اشرف لاہور" نے قائدِ اعظمؒ کے نام اقبالؒ کے وہ تیرہ انگریزی خطوط ایک کتابچے کی شکل میں شائع کیے جو ۱۹۳۶—۱۹۳۷ میں لکھے گئے تھے ۔ یہ مجموعہ بر بنائے اختصار نہیں ، جیسا کہ پروفیسر ہاشمی کا خیال ہے (ص ۳۵) ، بلکہ بڑھتے ہوئے سیاسی شعور اور عصری تقاضے کی وجہ سے ، زیادہ سے زیادہ مقبول ہوا اور بار بار چھپا ۔ شیخ محمد اشرف ہی نے ۱۹۴۵ میں شیخ عطاء اللہ مرحوم کا مرتب کردہ "اقبال نامہ" (جلد اوّل) شائع کیا جو دراصل جامع مجموعوں کی اشاعت کی پہلی کڑی تھا ۔ اُس کے دو سال بعد ، یعنی قیامِ پاکستان کے لگ بھگ ،

عطیہ فیضی نے اپنے نام اقبال کے اُن نو انگریزی خطوط کو (اپنی خود نوشت روداد کے ساتھ) شائع کر دیا جو دورانِ قیامِ یورپ میں اقبال کی زندگی کے ایک خاص انسانی پہلو کو نمایاں کرتے ہیں اور، عطیہ فیضی کی روداد کے ساتھ، مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے اُن خطوط سے موازنہ کے مستحق ہیں جو اُنھی عطیہ فیضی کو لکھے گئے تھے۔ اقبال کے ان خطوط میں منقول "بانگِ درا" کی بعض نظموں کی ایسی جہتوں پر سے پردہ اُٹھا جو، ۱۹۳۷ سے پہلے تک، نگاہوں سے اوجھل تھیں۔ ان خطوط نے نفسیات کے بہت سے اساتذہ اور طلبہ کو کلامِ اقبال کی طرف بطورِ خاص مائل کیا۔ ۱۹۵۱ میں جب شیخ محمد اشرف نے "اقبال نامہ" کی دوسری جلد شائع کی تو اس میں "شاد اقبال" کے تمام خطوط کے علاوہ انگریزی خطوط بنام جناح اور عطیہ فیضی کے شائع کردہ انگریزی خطوط کے تراجم کے ساتھ ساتھ اُن کی تحریر کردہ انگریزی روداد کا ترجمہ بھی شامل تھا۔ جیسا کہ پروفیسر ہاشمی نے اپنی کتاب کے مقدمے، یعنی افتتاحی مقالے (ص ۳۸) میں تصدیق کی ہے، شیخ عطاء اللہ مرحوم ایک جامع منصوبے کے تحت مکاتیبِ اقبال کی اشاعت کا کام کر رہے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اُن کے چھوڑے ہوئے کاغذات میں اقبال کے کچھ ایسے خطوط کی نقلیں بھی محفوظ ہوں جو کسی مجموعے میں اب تک شامل نہ ہو سکے۔ محققین کو ان خطوط کا سراغ لگانا چاہیے۔

"اقبال نامہ" جلد دوم کی اشاعت کے تقریباً تین سال بعد، "بزمِ اقبال لاہور" نے خان محمد نیاز الدین مرحوم کے نام اقبال کے اُناسی خطوط، جسٹس ایس۔ اے۔ رحمان کی تصدیق و توثیق کے ساتھ، شائع کیے، جو اپنے بعض علمی نکات کے سبب بہت اہم ہیں۔ اس کے تین سال بعد، اقبال کے معتمدِ خاص، سید نذیر نیازی صاحب نے اپنے نام اقبال کے اُن ۱۸۱ خطوط کو اقبال اکادمی کے زیرِ اہتمام شائع کیا جن میں سے بیشتر خطوط اقبال نے اپنی آخری علالت کے دوران میں لکھے تھے۔ علمی اعتبار سے ان خطوط کو خاص اہمیت اس وجہ سے حاصل ہے کہ مکتوب الیہ اقبال اقبال کے مقربِ خاص اور معتمدِ خاص ہیں اور انھوں نے ان خطوط کے ساتھ ضروری حواشی اور توضیحی ضمیموں کا بھی اہتمام کیا ہے۔ ۱۹۶۷ میں

اقبال اکادمی کے زیرِ اہتمام، جناب بشیر احمد ڈار کے مرتب کردہ انگریزی اور اُردو مجموعہ ہائے مکاتیب و مضامین: *Letters and Writings of Iqbal* اور ''انوارِ اقبال'' شائع ہوئے۔ ان میں غالب تعداد مکاتیب ہی کی ہے، لیکن ان دونوں مجموعوں میں شامل خطوط بعض تسامحات اور فروگزاشتوں سے یکسر پاک نہیں ہیں۔ تعجب ہے کہ، اُن دنوں اقبال اکادمی کے ڈائرکٹر ہونے کے باوجود، جنابِ ڈار نے سید نذیر نیازی والے مجموعے کو بطور ایک معیاری نمونے کے اپنے سامنے نہیں رکھا، حالانکہ وہ مجموعہ اسی اکادمی کے زیرِ اہتمام شائع ہو چکا تھا۔ اقبال اکادمی ہی نے اپریل ۱۹۶۹ میں اقبال کے ایک اور رفیقِ خاص مولانا گرامی کے نام اقبال کے اُن نوّے خطوط کا معیاری مجموعہ بھی شائع کیا جنھیں محمد عبداللہ قریشی صاحب نے مرتب کیا تھا۔ پروفیسر ہاشمی صاحب اقبال اکادمی کے شائع کردہ ان دونوں معیاری مجموعوں اور بالخصوص آخرالذکر کے اندازِ پیش کش سے بطورِ خاص متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ نیازی صاحب اور قریشی صاحب کے مبسوط اور سیر حاصل مقدموں، گراں قدر تعلیقات، توضیحی اور تعارفی ضمیموں اور تشریحی حواشی کو دیکھنے کے بعد پروفیسر ہاشمی اس کے روا دار نہیں ہو سکتے تھے کہ اُن سے کمتر یا فروتر درجے کا مجموعہ شائع کریں۔ ایک مثالیت پسند محبِ اقبال ہونے کی حیثیت سے انھوں نے اپنے مجموعے سے پہلے شائع شدہ متعدد مجموعوں کے حُسن و قبح کو پرکھا ہے اور، جیسا کہ اُن کے مقدمے یعنی افتتاعی مقالے سے ظاہر ہے، اُن سابقہ مطبوعہ مجموعوں (شیخ عطاء اللہ مرحوم کے ''اقبال نامہ'' جلد اول و دوم اور جناب بشیر احمد ڈار کے *Letters and Writings of Iqbal* اور ''انوارِ اقبال'') میں حوالوں کی کمی، مکتوب الیہم کے عدم تعارف، بعض کے ناموں میں التباس یا اشتباہ، مشمولہ خطوط کے اہم نکات کی عدم وضاحت، بعض نقول کے غیر مصدقہ ہونے، نقصِ ترجمہ، غلطی ہائے تاریخ، متون میں الفاظ کی فروگزاشتوں وغیرہ درجنوں تسامحات کی نشان دہی پروفیسر ہاشمی نے بڑے بے لاگ طریقے سے کی ہے اور اپنا مجموعہ اشاعت کے لیے تیار کرتے وقت، ان تمام خامیوں، کوتاہیوں اور فروگزاشتوں سے، حتی الوسع، بچنے کی کوشش

کی ہے ۔ انھوں نے عالمانہ مقدمے ، تعلیقات ، توضیحات ، حواشی وغیرہ کا ویسا ہی اہتمام کیا ہے جیسا سید نذیر نیازی صاحب اور جناب محمد عبداللہ قریشی صاحب نے اپنے اپنے مجموعے میں کیا تھا ۔ اس طرح ، اُن دو مثالی نمونوں کے بعد ، پروفیسر ہاشمی صاحب کا مجموعہ تیسرا معیاری اور مثالی نمونہ معلوم ہوتا ہے اور کتب و جرائد اور شخصیات و موضوعات کے اشارے اس پر مستزاد ہیں ۔

شیخ عطاء اللہ مرحوم کے مجموعے ، ''اقبال نامہ'' کی دونوں جلدیں اگر ان اغلاط اور فروگزاشتوں سے پاک ہوتیں جن کی نشان دہی پروفیسر ہاشمی نے کی ہے تو بلا شبہ اسے اب تک شائع ہونے والے تمام مجموعوں پر کئی حیثیتوں سے فوقیت حاصل ہوتی ۔ خطوط کی کثرت اور مجموعی تنوع ، متعدد خطوط کی اہمیت اور کتاب کی جامعیت کے اعتبار سے "اقبال نامہ" کے گوناگوں فضائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ اس کے نئے ایڈیشن کو ہر قسم کے اسقام کی تازہ ترین نشان دہی کے مطابق زیادہ سے زیادہ معیاری بنایا جائے ۔ اُمید ہے ، اسی نقطۂ نظر سے جناب ڈار بھی اپنے مرتب کردہ مجموعہ ہائے مضامین و مکاتیب پر نظر ثانی فرمائیں گے ، بلکہ میں تو اس پر زور دوں گا کہ پروفیسر ہاشمی کی تجاویز (ص ۴۴ - ۴۵) مجموعہ ہائے مکاتیب کی تدوینِ نو کے بارے میں بھی قابلِ غور ہیں ۔ مشتبہ اور مختلف فیہ مکتوب الیہم اور مبینہ جعلی متون کا مسئلہ بھی اسی ضمن میں حل ہونا چاہیے ، ورنہ کسی نہ کسی مجموعے میں ان کا الگ ایک باب قائم ہونا از بس ضروری ہے ۔ کاش ان تمام مجموعوں کے نئے ایڈیشنوں میں مختلف النوع اشاریے بھی لازماً شامل ہوں اور پھر کوئی اللہ کا بندہ ان تمام مجموعوں کے الگ الگ اشاریوں پر مبنی ایک جامع اشاریہ مرتب کرے ۔ یہ کام متفرق افراد سے کہیں بہتر طور پر ایک ادارہ ہی کر سکتا ہے اور اقبال اکادمی اس مجوزہ منصوبے کو سید نذیر نیازی ، محمد عبداللہ قریشی ، جناب بشیر احمد ڈار اور پروفیسر رفیع الدین ہاشمی کے تعاون سے بحسن و خوبی بروئے کار لا سکتی ہے ۔

پروفیسر ہاشمی نے اگر محض مصدقہ اور تصحیح کردہ متون و تراجم ہی کو مرتب کر دیا ہوتا تو بلا شبہ وہ بھی ایک قابلِ قدر کام ہوتا ،

لیکن انھوں نے تو تحقیق و تصحیح وغیرہ سے متعلق اپنی جملہ کارکردگی کی روداد پیش کرنے کے علاوہ تعارفی ضمیموں ، فہرست مآخذ ، کتابیات اور اشاریات سے اپنی کتاب کی افادیت میں خاصا اضافہ کیا ہے اور اس کی داد جن الفاظ میں ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب نے کتاب کے پیش لفظ میں دی ہے ، پروفیسر موصوف بجا طور پر اس کے مستحق ہیں ۔

زیر نظر کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے : (۱) مقدمہ ، یعنی خطوط اقبال پر تحقیقی اور تنقیدی مقالہ ، (۲) "خطوط اقبال" کا اصل متن ، (۳) تعارفی اور توضیحی ضمیمے ، (۴) فہرست مآخذ ، (۵) کتابیات اور (۶) اشاریہ ۔

مقالے کے ابتدائی جزو میں ، بحوالہ جسٹس ایس ۔ اے ۔ رحمان ، ''نجی خطوط'' کی اشاعت کو ''ایک نازک مسئلہ'' تسلیم کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ''شاید اسی 'نزاکت' کے پیش نظر 'اقبال نامہ' (مرتبہ شیخ عطاء اللہ) کو معدوم کرنے کی کوشش کی گئی'' (ص ۳۳) ۔ یہ بات ایک حد تک درست ہے لیکن اس کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ سید سلیمان ندویؒ کے نام اس مجموعے میں اقبال کے متعدد خطوط متجددین کو کھٹکتے تھے اور اُنھیں سید صاحبؒ کے لیے ''جوئے شیر اسلام کے فرہاد'' کا لقب گوارا نہیں تھا ۔ اسی لیے ''اقبال نامہ'' کو ''معدوم'' کرنے کی کوشش سب سے زیادہ اُنھی کی طرف سے ہوئی ۔

مقالے کے دوسرے جزو میں خطوط اقبال کی عام خصوصیات کو بڑی شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے اور مقالے کا یہ حصہ عام طلبہ اور طالبات کے لیے بھی بے حد مفید ہے ۔

''خطوط اقبال'' کے اصل متن کا باب : ۹۲ اُردو اور ۱۹ انگریزی یعنی کل ۱۱۱ ''غیر مدون اور غیر مرتب خطوط'' پر مشتمل ہے ۔ ان میں ۱۹ انگریزی خطوط کے اصل متن اور ۱۰ اُردو انگریزی تحریروں کی عکسی نقول بھی شامل ہیں ۔ یہ خطوط اب سے پہلے کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہوئے تھے یا بعض اگر شامل ہوئے بھی تھے تو نا مکمل یا ناقص حالت میں (عرض مرتب : ص ۲۰) ۔ دوران مطالعہ میں جو باتیں ذہن میں آئیں ، عرض کی جاتی ہیں :

مقالے میں خط نمبر ۱۶ بنام سردار میر احمد خاں کا تعارف کراتے

ہوئے (ص ۱۲۲) لکھا گیا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ ''اوراقِ گم گشتہ'' (ص ۱۶۱) میں پروفیسر رحیم بخش شاہین صاحب نے ''پی - سی - ایس'' تحریر کیا ہے - پروفیسر شاہین صاحب کے شائع کردہ انگریزی مجموعہ *Mementos of Iqbal* (ص ۲۱) میں سردار میر احمد خاں کے نام کے ساتھ ''P.C.S.'' کے مخففات درج نہیں ہیں - اسی خط کے انگریزی متن مندرجہ ''خطوطِ اقبال'' (ص ۱۲۳) میں ''P.S.'' (یعنی ''Postscript'') کا پروفیسر ہاشمی نے ترجمہ کرنے کے بجائے اُسے اُردو رسم الخط میں ''پی - ایس'' ہی لکھنے پر اکتفا کیا ہے ، حالانکہ ''بعدِ تحریر'' مناسب ترجمہ ہو سکتا تھا - خط نمبر ۲۲ بنام سید شوکت حسین (ص ۱۳۳) کے حاشیے میں لکھا گیا ہے کہ اس خط کا سنِ تحریر ''اقبال نامہ'' (۲۵۳/۲) میں ''۱۹۲۶'' درست نہیں - ہاشمی صاحب نے ''۱۹۱۹'' تحریر کیا ہے - پروفیسر رحیم بخش شاہین نے بھی اپنے مذکورہ بالا انگریزی مجموعے میں ''۱۹۲۶'' کے بجائے ''۱۹۱۹'' ہی درج کیا ہے (معلوم نہیں شاہین صاحب کا انگریزی مجموعہ کب شائع ہوا تھا کیونکہ اس پر سنِ اشاعت مرقوم نہیں ہے) - خط نمبر ۲۷ بنام شیخ اعجاز احمد کے حاشیہ (ص ۱۳۰) میں غالباً بحوالہ ''اوراقِ گم گشتہ'' ، شاہین صاحب کی یہ عاجلانہ غلطی بتائی گئی ہے کہ مقامِ تحریر اُنھوں نے ''دہلی'' کے بجائے ''لاہور'' لکھا - اپنے انگریزی مجموعے میں بھی شاہین صاحب نے ''لاہور'' ہی لکھا ہے - عاجلانہ غلطی بتکرار تو نہیں ہونی چاہیے -

ہاشمی صاحب نے ایک تعارفی نوٹ (ص ۱۷۶) میں مکتوب الیہ یعنی اقبال کے برادرِ بزرگ شیخ عطا محمد کے عقیدے کے بارے میں دو تین حوالوں سے متضاد آرا نقل کی ہیں - اس طرح یہ امر تحقیق طلب رہ گیا ہے - لیکن اعجاز حسین صاحب یا جسٹس جاوید اقبال سے امرِ واقعی کی حتمی تصدیق ہو سکتی تھی - اگر یہ بات ہنوز متنازعہ فیہ ہے تو تعارفی نوٹ میں اس کو چھیڑنا ہی نہیں چاہیے تھا ، اور اب جب کہ یہ بات از سرِ نو چھیڑی گئی ہے تو کتاب کے نئے ایڈیشن میں اسے متنازعہ فیہ نہیں رہنا چاہیے -

خط نمبر ۵۲ ، بنام ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین (ص ۱۸۵) ، میں انگریزی متن کے لفظ ''cultural'' کا ترجمہ ''ثقافتی'' کیا گیا ہے - علامہ اقبالؒ

کے زمانہ حیات میں عموماً ''culture'' کا ترجمہ ''ثقافت'' نہیں ''تہذیب'' ہوتا تھا۔

زیرِ نظر کتاب میں جگہ جگہ پروفیسر رحیم بخش شاہین کے اُردو مجموعہ ''اوراقِ گم گشتہ'' کے حوالے آئے ہیں۔ وہ مجموعہ میری نظر سے نہیں گزرا اور پروفیسر شاہین صاحب کا انگریزی مجموعہ *Mementos of Iqbal* غالباً پروفیسر ہاشمی کے زیرِ نظر مجموعے کے بعد شائع ہوا ہے، یا اگر وہ بھی اس سے پہلے ہی شائع ہو چکا تھا تو شاید پروفیسر ہاشمی کی نظر سے نہیں گزرا، ورنہ وہ اس میں بھی متعدد عاجلانہ غلطیوں کی نشان دہی کرتے۔ شاہین صاحب کے انگریزی مجموعے کی طباعتی غلطیوں کا حال یہ ہے کہ اس کے ساتھ انھوں نے جو نصف درجن صفحوں کا تصحیح نامہ منسلک کیا ہے وہ بھی بذاتِ خود ایک اور تصحیح نامے کا محتاج ہے، اُس کتاب کو دیکھنے سے یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ وہ کب شائع ہوئی تھی، حتیٰ کہ اُس کے پیش لفظ اور دیباچے میں بھی کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔ اقبالیات جیسے اہم علمی موضوع پر کام کرنے والے اصحاب کو جلد بازی اور رواداری سے احتراز کرنا چاہیے۔ مکتوب الیہم کے حفظِ مراتب اور خطوط کی زمانی ترتیب کے درمیان توازن کا اہتمام کماحقہٗ ہو سکے یا نہ ہو سکے لیکن کم از کم متن کی صحت کا خیال رکھنا اور طباعت سے پہلے بغور پروف پڑھنا یا پڑھوانا بہر حال ضروری ہے۔

پروفیسر ہاشمی نے مکتوب الیہم کے حفظِ مراتب اور خطوط کی زمانی ترتیب کے درمیان توازن کے مسئلے کو بھی حل کرنے کی حتی الوسع کوشش کی ہے۔ اگر وہ محض حفظِ مراتب کا خیال رکھتے تو خطوط کی زمانی ترتیب متاثر ہوئے بغیر نہ رہتی، اور اگر صرف زمانی ترتیب کو اہمیت دیتے تو بعض مکتوب الیہم متعدد مقامات پر بکھرے دکھائی دیتے۔ لہٰذا اعتدال اور توازن کا طریقہ انھوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ خطوط کی زمانی ترتیب کی اہمیت کو تو یکسر نظر انداز نہیں کیا لیکن مکتوب الیہم کو متعدد مقامات پر بکھرنے بھی نہیں دیا۔ جہاں تک حفظِ مراتب کا تعلق ہے، ممکن ہے موجودہ ترتیب میں تھوڑی بہت تبدیلی کی ضرورت بشرطِ گنجائش محسوس ہو جس سے متوازن ترتیب کی موجودہ مجموعی ہیئت میں کوئی بنیادی فرق

واقع نہیں ہوگا۔

ایک آدھ خط تو اقبال کا ایسا بھی دیکھنے میں آیا جس میں صرف ایک جملہ تحریر ہوا ہے۔ تاہم مرتبین نے اپنے مجموعوں میں ایسے خطوط کو بھی جگہ دے ہی دی ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو خط نمبر ۵۸ (ص ۱۹۲) بنام ایڈیٹر ''انقلاب'' لاہور۔ لیکن طوالت یا اختصار سے قطعِ نظر، اس مجموعے کے بیشتر خطوط اہم علمی و ادبی شخصیتوں، دانش وروں اور صحافیوں کو لکھے گئے ہیں۔ لہٰذا ان کی بیش از بیش افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بعض خط ایسے بھی ہیں جنھیں ہم خط کے پیرایے میں سفر نامہ قرار دے سکتے ہیں۔ اس زمرے میں خطوط نمبر ۶ اور ۷، بنام مولوی احسان اللہ خاں (ص ۷۶ تا ۹۲ اور ص ۹۳ تا ۱۰۲)، کے ساتھ خطوط نمبر ۶۷ اور ۶۸، بنام منشی طاہر الدین (ص ۲۰۳ تا ۲۱۰ اور ص ۲۱۱ تا ۲۱۲)، کا تقابلی مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

خط نمبر ۶ مولوی احسان اللہ خاں کو عدن سے بتاریخ ۱۱ ستمبر ۱۹۰۵ لکھا گیا تھا۔ خط نمبر ۷ اُسی مکتوب الیہ کو بتاریخ ۲۵ نومبر ۱۹۰۵ کیمبرج سے لکھا گیا تھا۔ یورپ کے اس سفر کا مقصدِ اعلیٰ تعلیم کا حصول تھا۔ خط نمبر ۶۷ منشی طاہر الدین کو ستمبر ۱۹۳۱ کے سفرِ انگلستان کی روداد کے طور پر لکھا گیا تھا جب کہ دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے اقبال عازمِ انگلستان ہوئے تھے۔ خط نمبر ۶۸ منشی طاہر الدین ہی کے نام پیرس سے بتاریخ ۲۶ جنوری ۱۹۳۳ تحریر کیا گیا تھا جب کہ اقبال تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد ہسپانیہ اور فرانس ہوتے ہوئے وطن لوٹ رہے تھے (یہ ایک مختصر سا خط ہے لیکن ''بقامت کہتر'' ہونے کے باوجود سیرتِ اقبال کی بعض اہم تاریخوں کے تعین کے لیے ہم اسے ''بقیمتِ بہتر'' کہہ سکتے ہیں)۔ یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ ۱۹۰۵ کے سفر کا آغاز بھی ستمبر ہی میں ہوا تھا اور چوتھائی صدی بعد ۱۹۳۱ کے سفر کا آغاز بھی ستمبر ہی میں ہوا۔ ایک مشترک موضوع، یعنی ''نہرِ سویز'' پر دونوں کی سفری رودادوں کے اقتباسات کا موازنہ قارئین کے لیے خاصا دلچسپ ہوگا۔ چوتھائی صدی کے تفاوت نے کیا فرق پیدا کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

○ ''۔ ۔ ۔ ہمارا جہاز ۔ ۔ ۔ آہستہ آہستہ سویز کنال میں جا داخل ہوا ۔ یہ کنال جسے ایک فرانسیسی انجنیئر نے تعمیر کیا تھا ، دنیا کے عجائبات میں سے ایک ہے ۔ عرب اور افریقہ کی جدائی ہے اور مشرق و مغرب کا اتحاد ہے ۔ دنیا کی روحانی زندگی پر مہاتما بدھ نے بھی اس قدر اثر نہیں کیا جس قدر اس مغربی دماغ نے زمانۂ حال کی تجارت پر اثر کیا ہے ۔ کسی شاعر کا قلم اور کسی سنگ تراش کا ہنر اُس شخص کی تخییل کی داد نہیں دے سکتا جس نے اقوامِ عالم میں اس تجارتی تغیر کی بنیاد رکھی ، جس نے حال کی دنیا کی تہذیب و تمدن کو اور سے کچھ اور کر دیا ۔ بعض بعض جگہ تو یہ کنال ایسی تنگ ہے کہ دو جہاز مشکل سے اس میں سے گذر سکتے ہیں اور کسی کسی جگہ ایسی بھی ہے کہ اگر کوئی غنیم چاہے کہ رات بھر میں اسے مٹی سے پُر کر دے تو آسانی سے کر سکتا ہے ۔ سینکڑوں آدمی ہر وقت کام کرتے رہتے ہیں ، جب ٹھیک رہتی ہے ۔ اور اس کا ہمیشہ خیال رکھنا پڑتا ہے کہ دونوں جانب سے جو ریگ ہوا سے اُوڑ کر اس میں گرتی رہتی ہے اس کا انتظام ہوتا رہے ۔ ۔ ۔'' (خط نمبر ۷ ، ۲۵ نومبر ۱۹۰۵ ، ص ۹۶ تا ۹۸) ۔

○ ''۔ ۔ ۔ شاید ۱۹ ستمبر کو ہم سویز کنال میں داخل ہوئے ۔ فراعنۂ مصر ، قدیم ایرانیوں ، مسلمانوں اور اہلِ فرنگ نے اپنے عروج و قوت کے زمانے میں اس نہر کے مٹے ہوئے نقوش کو اُبھار کر اس سے فائدہ اُٹھایا ۔ لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب اس حیرت انگیز کنال کی اہمیت یعنی تجارتی اہمیت کا خاتمہ قریب ہے ۔ سیاسی اعتبار سے صلح و جنگ کے زمانے میں ہر قوم کے جہاز اس میں سے گذر سکتے ہیں ۔ سویز کنال کے بیشتر حصص انگریزی تصرف میں ہیں اور یہ غالباً اسماعیل پاشا خدیوِ مصر کی عیش پرستی کا نتیجہ ہے کیونکہ اس نے اپنے تمام حصص انگریزوں کے ہاتھ بیچ دیے تھے ۔ قریباً ڈھائی کروڑ پونڈ کی لاگت سے ایشیا اور یورپ کے سمندروں کو ملانے والی یہ آبی سڑک تیار ہوئی تھی لیکن اب جیسا کہ میں نے اُوپر لکھا ہے شاید اس کی وہ اہمیت نہ رہے جو اُسے پہلے حاصل تھی ۔ پرواز کی وسعت و ترقی اور وسطِ ایشیا اور وسطِ یورپ میں ریلوے کی تعمیر سے دنیا کے دو بڑے حصوں میں جدید تجارتی وسعتوں کا کھل جانا ، ایک نئی مگر خشک سویز کنال کو معرضِ وجود میں لانے والا ہے جس سے تجارتی اور غالباً سیاسی دنیا میں بھی ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگا ۔ ۔ ۔'' (خط نمبر ۶۷ ، ۳۱ ستمبر ۱۹۳۱ ، ص ۲۰۷ تا ۲۰۸) ۔

ان طویل اقتباسات کے لیے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ اہلِ دانش نہرِ سویز سے متعلق اقبال کی پیشین گوئی پر، جوہری عہد کے امکانی تغیرات کے تناظر میں، غور کریں اور پھر اس پر بھی سوچ بچار کریں کہ عالمی مفادات اور نظریات کے تصادم میں اسلام کو کیا، کس طرح، کب اور کہاں اپنا فیصلہ کن رول ادا کرنا ہے تاکہ اُس دورِ سعید کا مبارک آغاز ہو سکے جس کا پیغام اقبالؒ نے اپنے ان اشعار میں دیا ہے:

اے سوارِ اشہبِ دوراں، بیا! اے فروغِ دیدۂ امکاں، بیا!
باز در عالم بیارِ ایامِ صلح! جنگ جویاں را بدہ پیغامِ صلح!

نظریاتی اعتبار سے، زیرِ نظر مجموعے میں مجھے سب سے اہم خط نمبر ۴۱، بنام سید محمد سعیدالدین جعفری (ص ۱۶۳) معلوم ہوتا ہے۔ یہ خط ۱۴ نومبر ۱۹۲۳ کا ہے۔ اس کے آخری پیراگراف میں اقبال خبر دیتے ہیں کہ "مجموعہ شائع کرنے کی فکر میں ہوں۔ انشاء اللہ ۲۴[۱۹] میں ضرور شائع ہو جائے گا۔" بظاہر یہ اطلاع "بانگِ درا" کے بارے میں ہے جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۴ میں شائع ہوا تھا۔ اس خط میں بطورِ خاص یہ چار نکات پیش کیے گئے ہیں:

- ''اس وقت اسلام کے اصلی حقائق اور اس کے حقیقی پیش نہاد پر زور دینا نہایت ضروری ہے۔''
- ''اسلام ایک قدم ہے نوعِ انسانی کے اتحاد کی طرف۔''
- ''اس وقت اقوامِ انسانی کے لیے سب سے بڑی نعمت اسلام ہے اور جو شخص مسلمان کہلاتا ہے اُس کا فرض ہے کہ قومی تعصب کی وجہ سے نہیں بلکہ خالصتاً للہ اپنی زندگی میں ایک عملی انقلاب پیدا کرے تاکہ نوعِ انسانی قدیم توہمات سے نجات پائے۔''
- ''مسلمانوں کو تو سیاست سے پہلے اشاعتِ اسلام کا کام ضروری ہے تاہم دونوں کام ساتھ ساتھ بھی ہو سکتے ہیں۔''

اقبال کے نظریاتی اور ثقافتی موقف سے متعلق اس قسم کے بنیادی نکات اس مجموعے کے بہت سے خطوط میں بکھرے پڑے ہیں اور اُنھیں

بآسانی سمیٹا جا سکتا ہے۔ ان خطوط کے مصدقہ اور مستند ہونے کی دلیل تعارفی نوٹ ہیں اور مآخذ کے وہ حوالے جو علی الترتیب (ص ۳۱۱ تا ۳۴۳) درج ہیں۔ مطلوبہ مواد و نکات کے متلاشی قارئین، طلبہ اور محققین کی سہولت کے لیے پانچ فصلوں پر مشتمل اشاریہ کتاب کے آخر میں (ص ۳۵۳ تا ۳۷۶) منسلک ہے۔ اشاریے کی پانچ فصلوں کے عنوانات علی الترتیب یہ ہیں :

- اشخاص
- کتب
- اخبارات و جرائد
- ادارے، انجمنیں، مطابع، کتب خانے
- موضوعات

اشاریے کی ہر فصل بترتیبِ حروفِ تہجی تیار کی گئی ہے۔ افکار و نکات کی چھان بین کرنے والوں کے لیے، اشاریے کی آخرالذکر فصل یعنی موضوعاتی اشاریہ بطورِ خاص کارآمد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بظاہر اس میں تشنگی محسوس ہو، موضوعاتی اشاریے کی اس فصل کے آغاز (ص ۳۷۲) میں اقبال کے افکار و تصوّرات کا بالوضاحت سراغ کچھ ہی دور تک ملتا ہے۔ اس کے بعد کے اشارات ان ذیلی عنوانات کے تحت ملتے ہیں :

- اقبال،
- اقبال کی شخصیت،
- اقبال کا نثری ذخیرہ،
- اقبال کی نثر،
- اقبال کے تصنیفی منصوبے، اور
- اقبال کے خطوط۔

اس کے بعد (ص ۳۷۴ تا ۳۷۵) ''بالشوزم'' سے لے کر ''یہودیت'' تک نظریوں اور تحریکوں سے متعلق اشارات بلا عنوان درج ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری اشارات اُن ابتدائی اشارات سے مربوط ہیں جو ص ۳۷۲ پر ''اتحادِ عالمِ اسلام'' سے لے کر ''اشتراکیت'' تک درج ہیں۔ ویسے بھی (بترتیبِ حروفِ تہجی) ص ۳۷۲ کی ''اشتراکیت'' کی کڑی

ص ۲۷۴ کے ''بالشوزم'' ہی سے آ کر ملتی ہے ۔ لہٰذا کیوں نہ موجودہ موضوعاتی اشاریے کو از سرِ نو مرتب کیا جائے ! بہتر یہ ہوگا کہ ''اقبال اور کارہائے اقبال'' کو الگ ایک فصل بنایا جائے اور "اقبال کے موضوعاتِ فکر'' کی الگ ایک فصل مرتب کی جائے اور ان دونوں کی تفصیلات میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیا جائے ۔ اُمید ہے ، کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں مرتبِ موصوف اس پر بطورِ خاص مزید توجہ دیں گے ۔

جیسا کہ ابتدا ہی میں عرض کیا جا چکا ہے ، زیرِ نظر مجموعہ کتابت اور طباعت کے اعتبار سے بھی لائقِ تحسین ہے ۔ تاہم ہزار احتیاط کے باوجود کچھ نہ کچھ سہوِ کتابت اور نقصِ طباعت کا راہ پا جانا عین ممکن ہوتا ہے ۔ دوسرے ایڈیشن میں ان خامیوں کے ازالے کی خاطر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ از راہِ تعاون چند نمایاں اغلاط و اسقام کی نشان دہی کر دی جائے ۔

کتابت کی غلطیاں اس قسم کی راہ پا گئی ہیں :

صفحہ		سطر	غلط	صحیح
۷۷	حاشیہ ۲	۹	کچھ ملے مجھ کو بھی اس دربار سے	''کچھ ملے مجھ کو بھی داتا اس بڑے دربار سے''
۸۷		۱۱-۱۲	میز بھی فرانسیسی تکلف کی گواہی ''دے رہا ہے''	''دے رہی ہے''
۱۲۲		۲	در ثنائے خواجہ گوہر ''خفتہ'' است	''سفتہ''
۱۲۲	(بنام سردار امیر احمد خاں)	۷	''مآخذ ہے''	''ماخذ کیا ہے''
۱۲۴		۱۱	''قادیانیت کے ''بارے'' اقبال کی	''بارے میں''
۱۲۶		۱۳	آگاہی ''رکھتا ہوں''	''رکھتا ہو''
۱۳۱		۳	دوش بر خاکِ ہمایوں بلبلے ''نالید گفت''	''نالید و گفت''
۱۳۵	حاشیہ ۱	۱	ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ''۲''	''۳''
۱۴۴		۱	''پر'' انھوں نے	''پر'' کو حذف کیا جانا چاہیے
۱۵۲	حاشیہ ۲	۲	علامہ اقبال ''کے'' یہ غزل	''کی''
۱۶۸		۹	صاحب ''راز'' حیات	''ساز''
۱۷۴		۶	''مستفیض کا'' موقع ملا	''مستفیض ہونے کا''
۲۰۵		۴	طعمہ ہر ''مرغکی''	''مرغکے''

۲۰۹		۲	جہاز پر "میں" گوشت	''میں نے''
۲۱۶		۲	لارڈ ریڈنگ ''نے''	''نے'' حذف ہونا چاہیے
۲۳۷	خط ۸۱	۸	مناقشات میں ''اُلجھن''	''اُلجھی''
۲۳۸	(بنام خواجہ سجاد حسن)	۶	معمور مئے حق سے ہے "نامِ" حالی	''جامِ''
۲۶۹		آخری	صدق و اخلاص و صفا ''نماند''	''باقی نماند''
۳۰۳		۵	''دل'' ہے زباں بھی تجھ کو	''دی''
۳۳۷		۱	چند ''نوار''	''نوادر''
۳۳۷		۴	''مستقبل'' بیاری	''مستقل''

طباعت کے صرف دو نقائص دکھائی دے سکے ہیں :

۷۶	۴	یا	''یکم''
۱۶۰	۴	آپ کو تکلیف - - - -''	''دیتا''

املا کی غلطیاں (بر بنائے سہوِ کتابت ؟) یہ نظر آئیں :

۱۷۸	زیرِ عنوان ''بنام اکرام الحق سلیم''	۵	''خاصہ'' عرصہ	''خاصا''
۱۸۰		۲	اچھا ''گلہ'' پایا	''گلا''

ایک جگہ روا روی میں میم مفعولی کو میم فاعلی بنا دیا گیا ہے :

۲۰۱	۶	اطہر ''کردم'' طاہر از ناسور	''اطہر کرد''

انگریزی متن اور اس کے ترجمے کے سلسلے میں دو بڑی دلچسپ قسم کی ''غلطیاں'' ہو گئی ہیں جن میں سے ایک تو فروگزاشت ہے اور دوسری محض اُلجھن ۔ ص ۳۳۸ کی سطر نمبر ۱ میں پنڈت نہرو کے نام انگریزی خط کے ایک فقرے your Muslim advisers کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ نعیم آسی نے اس کا غلط ترجمہ کیا ۔ نعیم آسی کے ترجمے میں ''مسلم'' کی صفت محذوف ہے جبکہ ''advisers'' کا ترجمہ انھوں نے ''ساتھی'' کیا ہے ۔ ص ۲۵۸ کی سطر ۳ - ۴ میں پروفیسر ہاشمی نے بھی ''advisers'' کا ترجمہ ''مشیروں'' کے بجائے ''ساتھیوں'' درج کیا ہے البتہ ''مسلم'' کی صفت انھوں نے حذف نہیں کی ۔ ص ۳۱۹ کی سطر ۸ - ۱۰ مکتوب نمبر ۲۳ کے انگریزی متن (اقبال کے ہاتھ کی تحریر) کے بارے میں ہاشمی صاحب نے لکھا ہے کہ اس میں ایک جگہ ''asking'' کے بجائے ''disreg'' پڑھنا چاہیے تاکہ جملہ بے معنی نہ ہو ۔ انھوں نے بتایا ہے کہ پروفیسر شاہین نے ''اوراقِ گم گشتہ'' (ص ۱۵۴) میں اسے ''asking'' پڑھا ہے ۔ شاہین صاحب نے *Mementos of Iqbal* (ص ۲۸) میں اس کی خواندگی کو ''using'' میں تبدیل کر دیا ہے ۔ گویا اُلجھن اب یہ پیدا ہوئی ہے کہ یہاں پروفیسر شاہین کی سابقہ خواندگی کے مطابق ''asking'' پڑھا جائے یا بقول پروفیسر ہاشمی ''disreg'' یا اب پروفیسر شاہین کی دوسری خواندگی کے مطابق ''using'' ! پروفیسر ہاشمی نے متعلقہ انگریزی فقرے کے اُردو ترجمے میں ''زحمت'' کا لفظ استعمال کیا ہے (ص ۱۳۴) ۔ مجھے معلوم نہیں کہ انگریزی میں کوئی مکمل لفظ ''disreg'' بھی ہے جس کے معنی ''زحمت'' تو کیا ، کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں ۔ اقبال کے ہاتھ کی تحریر میں مذکورہ لفظ کی متنازعہ فیہ خواندگی کا مسئلہ اب کوئی ہینڈ رائٹنگ ایکسپرٹ ہی حل کر سکے تو کر سکے ، سر دست تو عام قارئین کو اس سے اُلجھن ہی ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ خود پروفیسر ہاشمی صاحب کے ذہن میں بھی ہنوز یہی اُلجھن ہے ۔

حواشی کے سلسلے میں کچھ باتیں بطورِ خاص عرض کرنی ہیں ۔ ص ۷۸ کے حاشیہ ۱ میں مقبرۂ شاہ ہمایوں کے متعلق پروفیسر ہاشمی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ بھی ''حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ میں واقع ہے'' ۔

اسے ہم واقعاتی غلطی ہی کہہ سکتے ہیں ۔ اُمید ہے نئے ایڈیشن میں اس قسم کے تسامحات کا ازالہ ہو جائے گا اور جگہ جگہ ، حسبِ ضرورت ، حواشی کو ترقی بھی دی جائے گی ۔ اس ضمن میں مشورتاً عرض ہے کہ ص ۲۰۸ کے حاشیے میں سر علی امام کے والدِ بزرگوار سید امداد امام اثر (مصنف ''کاشف الحقائق'') کا نام بھی درج ہو جائے تو اچھا ہے ۔ اسی طرح ص ۳۵۱ کے حاشیہ ۱ میں اس نکتے کا اضافہ ہو جانا مناسب رہے گا کہ ''قیامِ پاکستان کے بعد مدرسۂ عالیہ جب کلکتے سے ڈھاکہ منتقل ہوا تو اس کے ساتھ علامہ کاشغری بھی ڈھاکہ پہنچے اور تا دمِ واپسیں وہیں مقیم رہے ۔''

بحیثیتِ مجموعی پروفیسر رفیع الدین ہاشمی صاحب کے مجموعہ ''خطوطِ اقبال'' کو ، اُس کے جملہ مسلمہ اوصاف کے اعتبار سے ، سید نذیر نیازی اور جناب محمد عبداللہ قریشی کے مرتب کردہ مجموعوں کے علاوہ ، تیسرا معیاری مجموعہ قرار دینے کی بات جو میں نے اس مضمون کے ابتدائی حصے میں کہی ہے ، غالباً اس پر بہتوں کا اتفاق ہوگا ۔ پروفیسر ہاشمی صاحب ایک تجربہ کار پیشہ ور استاد ہیں ۔ علمی کتابیں مرتب کرتے وقت وہ بطورِ خاص طلبہ کی نصابی ضروریات کا بھی خیال رکھتے ہے ، اقبالیات سے اُنھیں خاص شغف ہے ، بشمولِ کتابِ زیرِ نظر اقبال کے فکر و فن اور اقبالیات پر اب تک پانچ معیاری کتابیں مرتب کر کے شائع کر چکے ہیں ۔ چشم بد دور ، خدا کرے کہ جوانی کی ہمت اور قوتِ کارکردگی تا عمر سلامت رہے ، خاص طور پر مکاتیبِ اقبال کے جامع ترین معیاری مجموعے کی اشاعت کا جو مثالی منصوبہ وہ زیرِ عمل لا چکے ہیں بحسن و خوبی جاری رہے ۔ اُمید ہے کہ اپنی بیش از بیش افادیت کی بدولت ''خطوطِ اقبال'' کی مقبولیت کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوگا ۔

غریبوں کا دنیا میں اللہ والی*

یہ مکتب یہ اسکول یہ پاٹھ شالے
یہ تکیے یہ مندر یہ گرجے شوالے
یہ پنڈت یہ بنیے یہ مُلا یہ لالے
یہ سب پیٹ ہیں اور ہم تر نوالے
غریبوں کا دنیا میں اللہ والی

وطن کیا ہے اک نوع سرمایہ داری
بڑے سیٹھ ہیں قوم کے یہ بھکاری
وہ دیکھو چلی آ رہی ہے سواری
نئے جال لائے پرانے شکاری
غریبوں کا دنیا میں اللہ والی

---

*''کشمیری'' بابت ۲۱ دسمبر ۱۹۲۷ - منقول از بشیر احمد ڈار مرتب ، ''انوار اقبال'' (لاہور : اقبال اکادمی ، ۱۹۷۷) ، ص ۳۱۰ -